الغزالی فورم کا ترجمان

افکارِ قاسمی



شمارہ یکم اپریل ۲۰۲۲ تا جون ۲۰۲۲

شائع کردہ
الغزالی فورم

https://www.algazali.org

مجلہ

افکارِ قاسمی

بدعا: شیخ الحدیث مولانا خادم حسین صاحب

الغزالی

- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوز شدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کر کے محفوظ کرلیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔

الغزالی اُردو فورم www.algazali.org

فہرست مضامین

مضامین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
استقبال رمضان (اداریہ)	مدیر التحریر کے قلم سے	۲
درس قرآن	حضرت مولانا خادم حسین صاحب	۴
درس حدیث	حضرت مولانا خادم حسین صاحب	۶
حمد باری تعالیٰ	کلام: محمد اسامہ سَرسَری صاحب	۸
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	کلام: سید رفیق احمد شاہ امروٹی صاحب	۹
فضائل رمضان	محمد داؤد الرحمن علی	۱۰
فنا و بقاء	مولانا احمد قاسمی صاحب	۱۴
علماء کا سیاست میں حصہ لینا کیوں ضروری	علامہ زاھد الراشدی صاحب	۱۶
یہ دریائے علم ہونہی رہے گا	کلام: حضرت مولانا خادم حسین صاحب	۲۳
نماز کا عجیب واقعہ	مولانا ضیاء الرحمن صاحب	۲۴
حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ	مدیر التحریر کے قلم سے	۲۶
میزان	محمد حفص فاروقی صاحب	۲۸
رمضان آیا	کلام: علاؤ الدین طالب سولہا پوری	۳۰
حرص و لالچ	عبد المطلب اکاخیل صاحب	۳۱
جنتیوں اور دوزخیوں کو اپنے ٹھکانوں کا کیسے علم ہوگا؟	محمد شعیب	۳۴
اللہ کی عطائیں	محترمہ زنیرہ عقیل	۳۶
ہمارا سفر مختصر ہے	محترمہ رعنا دلبر	۳۸
باب الفتاویٰ	ادارہ	۴۰

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

website:www.algazali.org Email:qasmimag@gmail.com

استقبال رمضان

اداریہ، مدیر التحریر کے قلم سے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

رحمتوں، برکتوں، بخششوں والا مہینہ ہم پر سایہ افگن ہونے جا رہا ہے۔ اگر کہوں کہ اللہ کا شاہی مہمان ہمارے گھر قیام کے لیے آ رہا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ شاہی مہمان آتا ہی ہے پر اپنے ساتھ اللہ کی رحمتیں بھی لاتا ہے، بہاریں لاتا ہے، بخشش کا سامان لاتا ہے۔ یہ مہمان جب آتا ہے اللہ کی رضا وخوشنودی کا سامان لاتا ہے، یہ مہمان جتنے دن ہمارے گھر قیام کرتا ہے اتنے دن انسان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے کہ جتنا سمیٹنا چاہو سمیٹ لو، یہ مہمان انسان پر اللہ کے انعامات کی بارش کرا دیتا ہے کہ جتنا انعام حاصل کر سکتے ہو کر لو۔ رمضان المبارک سال بھر کے اسلامی مہینوں میں سب سے زیادہ عظمتوں، فضیلتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کے مبارک مہینہ کے بارے میں حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کتنے پیارے انداز میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تم پر روضہ فرض کیا جاتا ہے۔ **کماکُتبَ علی الذین من قبلکم** گبھرا نا مت تم سے پہلے بھی روضہ فرض تھا۔ اس لیے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ تھوڑی سے مشقت ہے۔ لیکن اس کا انعام کیا ہے۔ انعام اتنا بڑا ہے، کہ جس کو دنیا میں بڑا انعام مل جائے تو بڑی سے بڑی مشقت اٹھانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے روزے کے انعام کا اعلان فرما دیا۔ **لعلکم تتقون** کہ تم روزے کی برکت سے میرے دوست بن جاؤ گے۔ میں تمہاری غلامی پر دوستی کا تاج رکھ دوں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کی تیاری کا شعبان المعظم سے ہی کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور یہ تیاری شعبان المعظم کے چاند کے ساتھ شروع ہو جایا کرتی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کی تاریخوں کی جس قدر نگہداشت فرماتے تھے اتنا دوسرے مہینوں کی نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے چاند کا اہتمام فرماتے اور اس کا حکم فرماتے جیسا کہ ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رمضان کی خاطر شعبان کے چاند کا اہتمام کیا کرو۔

اس عظیم الشان مہمان کی آمد میں چند یوم باقی ہیں۔ہمیں چاہیئے اس مہمان کی شیان شان استقبال کریں۔

اور اس مہمان کو اپنے گھر میں" اهلا وسهلا مرحبا" کہیں۔





درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمدللّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم

الف لام جنسی یا عہد خارجی ہے مراد صفات کارساز یہ یا صفاتِ الوہیت ہیں، لفظ "اللہ" علَم ہے مراد وصف مشہورہ خالق ہے، آگے چار صفات ہیں: رب، رحمن، رحیم، مالک جو کہ دلیلِ دعویٰ ہیں۔ ترجمہ ہوگا، تمام صفاتِ الوہیت خاص ہیں ایسے خالق کیلئے جو کہ ان صفاتِ اربعہ سے موصوف ہے اور کسی میں یہ صفات نہیں، لہٰذا وہ مستحق حمد بھی نہیں۔

الحمدللہ کا جملہ جہاں استعمال ہوا، قرآن پاک میں وہاں صفاتِ الوہیہ کا ذکر ہے، مثلاً......

الحمدللّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمٰت والنور۔ (الانعام: ۱)

فللّٰہ الحمد رب السمٰوات ورب الارض رب العالمین۔ (الجاثیہ: ۳۶)

وسلامٌ علی المرسلین والحمدللّٰہ رب العالمین۔ (الصافات: ۱۸۲)

قل الحمدللّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی آللّٰہ خیرٌ امّا یشرکون۔ (النمل: ۵)

خالقیت وربوبیت کا نظام تمام مخلوقات کے لئے عام ہے خواہ خاکی ہوں یا ناری ونوری، علوی ہوں یا سفلی، برّی ہوں یا بحری...... جیسا کہ آیاتِ ذیل سے ظاہر ہے:

اللّٰہ خالق کل شیئٍ وھو علٰی کلِّ شیئٍ وکیل۔ (الزمر: ۶۲)

قل اغیر اللّٰہ ابغی ربًّا وھو رب کل شیئٍ۔ (الانعام: ۱۶۴)

مالک یوم الدین

دین کے چار معنی ہیں۔

شریعت:...... "**ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ**" **(آل عمران: ۸۵)**

توحید:......"ان الحکم الا لِلّٰہ امر ان لّا تعبدوا الا ایّاہ ذالک الدین القیمہ"(یوسف: ۴۰)

عبادت و پکار:"فادعوہ مخلصًا لہ الدین"...(المومن: ۶۵)"اَلا لہ الدین الخالص"...(الزمر: ۳)

جزا وسزا:"مالک یوم الدین"......

جب تمام کائنات اللہ کی خالقیت اور ربوبیت کے نظام کے تحت اُس کی رحمت کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے، مزید برآں انبیاء کا ارسال اور کتب کا انزال بھی فرمایا ہے تو شکر گزار اور ناشکرے کا امتیاز اور اُن کے اعمال پر جزا سزا ہونا ضروری ہے۔ یہ دنیا میں تو نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دارالعمل ہے، دنیا کے آخر میں ایک دن کا ہونا ضروری ہے اُس میں تمام اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہیں اور کوئی مختار و متصرف نہیں ہوگا تا کہ انصاف ہو۔

یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئًا والامر یومئذٍ لِلّٰہ...(الانفطار)



صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز (یعنی سورہ فاتحہ) میرے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور جو کچھ میرا بندہ مانگتا ہے وہ اس کو دیا جائے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے اور جب وہ کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف وثناء بیان کی ہے اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے؛ کیوں کہ اس میں ایک پہلو حق تعالیٰ کی حمد وثناء کا ہے اور دوسرا پہلو بندے کی دعا ودرخواست کا اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ میرے بندے کو وہ چیز ملے گی جو اس نے مانگی، پھر جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (آخر تک) تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب میرے بندے کے لیے ہے اور اس کو وہ چیز ملے گی جو اس نے مانگی۔

(مظہری بحوالہ معارف القرآن)

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خصوصیاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ وَلَا اَقُوْلُہٗ فَخْرًا بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً الْاَحْمَرَ وَالْاَسْوَدَ وَکَانَ النَّبِیُّ قَبْلِیْ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ اَمَامِیْ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطُھُوْرًا وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ فَاَخَّرْتُھَا لِاُمَّتِیْ فَھِیَ لِمَنْ لَّا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔ (کنز العمّال: ۱۱/۱۹۷ حصہ ۱۱ ج ۶ نشر السنۃ ملتان)

آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، میں فخر سے نہیں کہتا، میں تمام سرخ وسیاہ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، مجھ سے پہلے نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ مجھے ایک مہینہ کی مسافت پر موجود دشمن پر رعب دیا گیا، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا جو پہلے کسی پر حلال نہ تھا۔ میرے لیے تمام زمین کو مسجد اور طہور (پاک/پاکیزہ) بنایا گیا۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا میں نے اسے اپنی امت کے لئے رکھا ہے۔ پس وہ شفاعت (صرف) اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ لِوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَحْتَہٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۹۴ حصہ ۱۱)

بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی، حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سے لے کر تمام لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یعنی میں قائد ہوؤں گا۔ یہ روایت عبداللہ بن سلام سے منقول ہے۔ (طبرانی)

عن انس قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کُنْتُ اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنِّیْ وَلَا فَخْرَ وَیَتَّبِعُنِیْ بِلَالٌ الْمُؤَذِّنُ وَیَتَّبِعُهٗ سَائِرُ الْمُؤَذِّنِیْنَ وَهُوَ وَاضِعٌ یَدَهٗ فِیْ اُذُنِهٖ وَهُوَ یُنَادِیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ وَسَائِرُ الْمُؤَذِّنِیْنَ یُنَادُوْنَ مَعَهٗ حَتّٰی نَاتِیَ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۹۵ حصہ ۱۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا روز ہوگا سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا (فخر سے نہیں کہتا) میرے پیچھے مؤذن بلال ہوں گے اور ان کے پیچھے تمام مؤذن ہوں گے۔ حضرت بلالؓ کانوں میں انگلی دے کر پکارے گا: **اشهد ان لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** یعنی میں اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اللہ نے انہیں دین حق اور ہدایت دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرکین پسند نہ کریں، باقی تمام مؤذن بھی ان کے ساتھ یہی آواز لگا رہے ہوں گے یہاں تک کہ ہم جنت کے دروازے پر آجائیں گے۔

(سِلکُ المَروَارِید من سیرَۃِ الحَبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)



قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ یَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اظہارِ حیرت کرتے اور کہتے تھے کہ اس جگہ ایک اینٹ نہیں رکھی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں یعنی میرے آنے کے بعد اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے نبوت کی عمارت مکمل ہوچکی ہے۔

حمد باری تعالیٰ

کلام: محمد اسامہ سَرسَری صاحب

لب پر صبح و شام ہے "اللہ اللہ"
کتنا پیارا نام ہے اللہ اللہ!!

نبیوں کا پیغام ہے "اللہ اللہ"
ولیوں کا الہام ہے "اللہ اللہ"

لوگو! اپنے کام سے مطلب رکھو
اپنا تو بس کام ہے "اللہ اللہ"

اللہ، اللہ!، آسانی، آسانی
راحت اور آرام ہے "اللہ اللہ"

معراجِ مومن کا کیا ہے ٹھکانا
آغاز اور انجام ہے "اللہ اللہ"

اس سے بڑھ کے فضیلت کیا ہو اسامہ!
حامد کا انعام ہے "اللہ اللہ"

نعتیہ کلام

کلام: سید رفیق احمد شاہ امروٹی

ہم نے دیکھا ہے جہاں میں آپ ﷺ سا کوئی نہیں
آپ محبوبِ خدا جل جلالہ اور رَحْمتُ اللعالمین ﷺ

آپ ﷺ ہیں نورالہدیٰ اور آپ ﷺ ہیں خیر البشر
آپ ﷺ ہیں شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ عادل امیں

موجب تخلیق دنیا آپ ﷺ ہیں میرے حبیب ﷺ
شافع روزِ جزا بھی آپ ﷺ ہی ہیں بلیقین

محسن انسانیت یہ آپ ﷺ کا احسان ہے
کے مطہر ہوگئی ہے شرک و بدعت سے زمیں

خالق اکبر سے بندوں کی شناسائی ہوئی
آپ ﷺ کی تبلیغ میں تاثیر ہے یہ دل نشیں

سب نبیوں میں مقدس آپ ﷺ کی ہے ذات پاک
آپ ﷺ کے القاب میں سے ہے امام المرسلین

آپ ﷺ کے قدموں سے بوسے آسمانوں نے لئے
نوع آدم میں نہیں ہے آپ ﷺ سے افضل ترین

آپ ﷺ کو حاصل ہوا سب سے الگ حسن و جمال
محترم دنیا میں ہیں اک آپ ﷺ ہی سب سے حسیں

یہ رفیق امروٹی شاعر ہو گیا ہے نعت گو
آپ ﷺ کی چاہت کو رکھ سکتا نہیں اپنی تئیں

فضائل رمضان

محمد داؤد الرحمن علی

رمضان المبارک بابرکت مہینہ ہے، رمضان المبارک ایمان وتقویٰ کا مہینہ ہے، رمضان المبارک کو رب تعالیٰ نے اپنا مہینہ ارشاد فرمایا ہے۔ رمضان المبارک میں انسان کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کریم سے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو دوبارہ جوڑ سکے۔ رمضان المبارک میں رحمت خداوندی کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ رمضان المبارک روحانیت میں ترقی، نورانیت میں اضافی، اجروثواب میں زیادتی اور دعاؤں میں قبولیت کا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک میں کسی سائل کو خالی ہاتھ، کسی امیدوار کو ناامید اور کسی طالب کو ناکام ونامراد نہیں لٹایا جاتا، بلکہ رمضان المبارک میں ہر شخص کے لیے رب کریم کی طرف سے رحمت، بخشش وجہنم سے آزادی کی صدائے عام دی جاتی ہے۔ سال بھر کے مہینوں میں رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں آتا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّـنٰتٍ مِّنَ الْـهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔“(البقرۃ:آیت:۱۸۵)

”رمضان وہ (مبارک) مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے راہنمائی، ہدایت اور حق وباطل میں تمیز کرنے کا ذریعہ ہے، پس جو کوئی یہ (مبارک) مہینہ پائے اُسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔“

قویٰ کا معنی ہے: نفس کو برائیوں سے روکنا اور اس کا سب سے بڑا ذریعہ روزہ ہے، جیسا کہ ایک صحابیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے عمل کا حکم دیجیے جس سے حق تعالیٰ مجھے نفع دے“، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عليك بالصوم، فإنهٗ لا مثل لهٗ“(سنن نسائی، ج:۱، ص:۱۴۰)

”یعنی روزہ رکھا کرو، اس کے مثل کوئی عمل نہیں۔“

حدیث مبارکہ میں رمضان المبارک کے تین عشرے بتلائے گئے ہیں اور یہ تینوں عشرے تین مختلف خصوصیات کے حامل ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔'' (صحیح ابن خزیمہ، حدیث: 1780)

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ یکم رمضان المبارک تا دس رمضان المبارک اس عشرہ کو رحمت کا عشرہ کہتے ہیں۔ دوسرا عشرہ دس رمضان المبارک تا بیس رمضان المبارک اس عشرہ کو مغفرت کا عشرہ اور تیسرا عشرہ بیس رمضان المبارک تا انتیس یا تیس رمضان المبارک ہوتا ہے جسے جہنم سے آزادی کا عشرہ کہا جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں ہر مسلمان کو کثرت سے دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ یہ مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رمضان المبارک کی ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔'' (مسند احمد: 744)

رمضان المبارک ہی وہ مہینہ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید وفرقان حمید کو نازل فرمایا یعنی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر مکمل قرآن کریم کا نزول ہوا، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

''إِنَّآ أَنزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ أَدْرٰاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔'' (القدر: ۵-۳)

''بلاشبہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر معاملہ لے کر حاضر ہوتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی ہے، وہ یعنی اس کی خیر و برکت صبح طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔''

گویا رمضان اور قرآن کریم دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے کہ قرآن رمضان میں آیا تو رمضان کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا، اس لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ: رمضان اور قرآن کا جسم اور روح کا سا تعلق ہے۔ رمضان جسم ہے تو قرآن کریم روح ہے:

ماہِ صیام تیرا کیوں نہ ہو احترام
کہ نازل ہوا تجھ میں اللہ کا کلام

رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک انسان کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشوانے کے لیے کافی ہے، جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کر کے رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں اور وہ تمام اعمالِ حسنہ کا بہترین بدلہ

عطا فرمائے گا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفر لهٗ ماتقدم من ذنبهٖ وماتأخر۔" (المؤطا بروایة محمد بن الحسن علیہ الرحمۃ)

"جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام کرے گا (یعنی تراویح اور نوافل وغیرہ پڑھے گا) اس کے پچھلے اور اگلے سب (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔"

ایمان اور احتساب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقینِ کامل ہو اور ہر عمل پر ثواب کی نیت اور اخلاص و للّٰہیت اور رضائے الٰہی کا حصول پیشِ نظر ہو۔

رمضان المبارک میں انسان کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے وہ تلاوت قرآن کرے، اللہ کو راضی کرے، اللہ کی خوشنودی حاصل کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنائے، اور اس ماہ مبارک میں سخاوت کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں سخاوت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور یہ سخاوت رمضان المبارک میں مزید بڑھ جایا کرتی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان المبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے مہینہ کے اختتام تک آیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قآرن مجید سنایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تو اس وقت نیکیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت آندھی سے بھی زیادہ تیز ہوجایا کرتی تھی۔" (صحیح مسلم:6149)

اسی لیے غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کا معاملہ کیا جائے، ان پر سخاوت کی جائے، یہ اس لیے کہ ایک تو ان کا حق ہے اور دوسرا اس لیے کہ صدقہ وخیرات کرنے سے ممکن ہے کہ اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہمارا مقصد پورا ہوجائے۔ یا ہوسکتا ہے ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نمازوں میں کوئی کمی رہ گئی ہو یا اس قابل نہ ہوں کہ وہ قبولیت کا مقام حاصل کرسکیں تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمالیں، اس لیے اس ماہ میں ہمیں پوری طرح خیرات وصدقات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

رمضان المبارک میں انسان کی مغفرت کے بہت سارے مواقع موجود ہوتے ہیں، بہت سے ایسے لمحات ہیں جس میں انسان کی مغفرت کی جاتی ہے۔ جہنم سے آزادی کا پروانہ مل سکتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں،

اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو کر ندامت کے آنسو بہائیں، اپنی غلطیاں اور خطاؤں پر معافی کے طالب ہوں، ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں گے۔ جو انسان رمضان المبارک کا مہینہ پالے اور اپنی مغفرت نہ کرا سکے اس کے لیے حدیث مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''منبر کے پاس جمع ہو جاؤ، ہم سب منبر سے قریب جمع ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک و برباد ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ پائے، پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو، میں نے کہا: آمین۔ پھر جب میں منبر کی دوسری سیڑھی پر چڑھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ میں نے کہا: آمین۔'' (مستدرک حاکم علی الصحیحین، کتاب البر والصلہ :7256)

اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضان المبارک سے ممتاز کرنے کی کوشش کریں، نہ معلوم کہ اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ اس لیے اس رمضان المبارک کو قیمتی بنائیں اور نیکیاں سمیٹنے کی کوشش کریں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضان المبارک سے ممتاز کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان المبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے، عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہم سب کی مغفرت فرمائے اور اس رمضان کو ہمارے لیے باعث نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆☆

فنا و بقا کی حقیقت

مولانا احمد قاسمی

کائنات کی تمام اشیاء سے یہاں تک کہ یہ اپنی ذات سے بھی جب تک تعلقات منقطع نہ ہوں گے معرفت حق حاصل ہونا ناممکن ہے ،معرفت حق ہی وصل حق ہے،وصل میں وصل کا شعور اور خیال بھی فصل ہے،خودی اور اس کی تمام شاخیں رائے حق میں میں سب سے بڑی مزاحمت ہیں،آنکھ کو جسم میں بلند رتبہ صرف اس لئے ملا ہے کہ خود بینی سے پاک ہوگئی۔ ؎

سب کو دیکھا اس سے اور اس کو نہ دیکھا جو نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں بھی رہا

اور اس وصل کی تدبیر بھی یہی ہے کہ تمام اشیاء کو نیز اپنی نظر کو فانی سمجھے صرف ذات حق کو موجود اور باقی سمجھے اور حق کے سوا کسی کو بھی موجود خیال نہ کرے، یہاں تک کہ اپنی ذات کا شعور بھی ترک کر دے، جب اس فکر میں مشغول رہے گا اور اس کی مشق ہو جائے گی تو نیکی بدی، خیر وشر، مدح وذم، حسن وقبح کی حقیقت منکشف ہو کر فرق و امتیاز باقی نہ رہے گا اور قالب عنصری روح کی صفت اختیار کرے گا، اور روح امر۔ ربی ہے، اپنی کمال لطافت کے ہمیشہ باقی رہتی ہے، جسم کی موت سے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا، یہ عالم ایک خیالی محض اور وہم باطل ہے، اس سے اسی وقت نجات ممکن ہے، جب من وتو کے قصے، دور کئے جائیں، اور اس عالم کو تماشائے محض سمجھ کر اس ذات پر نظر کی جائے۔

جس کی نورانیت ذرہ ذرہ میں ساری ہے، اور جب اس ذات مقدس پر نظر جمائے گا تو عالم کے بے تعداد حجابات اٹھ کر ہزار عالم میں اس ذات کا جلوہ اس طرح نظر آئے گا جیسے فانوس میں نور عالم مع اپنی کثرت کے حق مظہر ہے جس کے باطن میں حق تعالی اپنی وحدت حقیقی اور لطافت اصل کے ساتھ جیسے کہ پہلے تھا ویسا ہی اب بھی جلوہ گر ہے، کسی قسم کا اس میں تغیر نہیں ہوا، لہٰذا تم بھی اپنے اندر تغیر کو راہ نہ دو اور اگر چہ بظاہر سب سے پیوستہ نظر آؤ مگر باطن میں سب سے جدا رہو یعنی دل بجز حق کے غیر سے کوئی تعلق نہ رکھے۔

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا

یہاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

تمہاری ذات، گوشت پوست، ہڈی، خون، چربی نہیں ہے، بلکہ تم ایک نورانی ولطیف چیز ہو اس لیے تم کو اپنی اس نورانی ذات میں غور کرنا چاہیے، یہی ذات ہر ایک خیر وخوبی کی معدن اور علم ومعرفت کی مخزن ہے جس نے اس کو پہچانا اس نے آپنے کو پہچانا اور جس نے اس پر غور سے نظر کی اس کے آگے باطن کی چیزیں اس طرح ظاہر ہوتی ہیں جیسے ظاہر کی چیزیں آنکھوں کے سامنے نمودار ہوتی ہیں۔ (کشکول اہل اللہ)



بقاء

محب الامت عارف باللہ حضرت اقدس شاہ محمد اہل اللہ صاحب دامت برکاتہم

(خلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرت اقدس مسیح الامت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب

قدس اللہ سرہ جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے والے نقاب پوش سے جب وہ نماز پڑھا کر جانے لگے تو دوڑ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور عرض کیا حضرت بتلایئے فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے؟

نقاب پوش بزرگ نے نقاب الٹی اور فرمایا بیٹا اتنا جلد تو مجھے بھول گیا، دیکھ" وہ میت جنازہ فنا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ بقا ہے"۔

(احادیث تصوف: مصنف: مولانا الحاج شاہ محمد عبد الغفور صاحب قریشی چشتی صابری نور اللہ مرقدہ

(خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

علماء کا سیاست میں حصہ لینا کیوں ضروری ہے؟

مفکر اسلام علامہ زاھد الراشدی صاحب

آج کل ایک گمراہ کن غلطی عام طور پر ہمارے معاشرہ میں پائی جاتی ہے کہ علماء اسلام کو ملکی سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے بلکہ مساجد میں بھی صرف نماز، روزہ اور حج وغیرہ عبادات و اخلاقیات ہی کی بات کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ ملکی معاملات پر گفتگو کرنا اور عام لوگوں کے سیاسی مسائل میں دلچسپی لینا علماء کے لیے غیر ضروری بلکہ نامناسب ہے۔ یہ غلط فہمی سامراج اور اس کے آلۂ کار افراد نے اتنے منظم طریقہ سے پھیلائی ہے کہ آج سامراجی نظام اس غلط فہمی کے سہارے مساجد و مدارس دینیہ میں سیاسیات کے تذکرہ کو روکنے کے لیے قانونی اقدامات کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

حکومت کی طرف سے مساجد کو محکمۂ اوقاف کی تحویل میں لینے کا عمل، مدارس کو قومیانے کی تجاویز اور روز یر مذہبی امور کی اس سلسلہ میں حالیہ تقریر انہی عزائم کی آئینہ دار ہیں۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ سامراجی نظام یورپ کے عیسائی پادریوں کی طرح ملت اسلامیہ کے علماء کی سرگرمیوں کو بھی عبادات و اخلاق کے دائرہ میں محدود کرنے کی بتدریج مساعی میں مصروف ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس گمراہ کن نقطۂ نظر کا جائزہ لے کر عوام الناس کو اس کی فریب کاریوں سے آگاہ کریں اور یہ بتائیں کہ علماء اسلام کا سیاست میں حصہ لینا کیوں ضروری ہے۔

سب سے پہلے اس امر کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ دینِ اسلام صرف عبادات و اخلاق کے کسی مجموعہ کا نام نہیں بلکہ اسلام انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے مکمل نظامِ حیات ہے۔ اور اجتماعی و انفرادی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں اسلامی تعلیمات کی افادیت و ضرورت سے انکار کرنا کفر ہے۔ عبادات و اخلاق دینِ اسلام کے شعبے ضرور ہیں لیکن صرف انہی میں اسلام منحصر نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ اسلام نے نظامِ حکومت، نظامِ اقتصادیات، نظامِ قانون اور نظامِ جہاد بھی انسانیت کو دیا ہے۔ اور ان نظاموں کو قبول کیے بغیر اسلام کا تصور بلاشبہ ناقص، ادھورا اور نامکمل رہے گا۔

مسلم معاشرہ میں ایک عادل اور صالح حکومت کا قیام اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ اور خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرات خلفاء راشدینؓ نے یہ بہترین نظام نافذ کر کے اس کی حقانیت، ضرورت اور افادیت واضح کر دی ہے۔ مملکتِ اسلامیہ کے تمام شہریوں کے معاشی حقوق کی نگہداشت اور انہیں روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنا اسلامی حکومت کے اہم فرائض میں سے ہے جسے پورا کیے بغیر وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ جرائم کے خاتمہ اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے اسلامی حدود و تعزیرات مثلاً زنا، شراب، قتل، ڈاکہ، چوری، ارتداد وغیرہ جرائم کی شرعی سزاؤں کا نفاذ ناگزیر ہے جس کے بغیر کوئی بھی حکومت اسلامی کہلانے کی حقدار نہیں ہوسکتی۔ اور اس کے ساتھ کفر کی سرکوبی اور مسلمانوں میں ملی غیرت وحمیت برقرار رکھنے کے لیے نظامِ جہاد ضروری ہے اور اس کے بغیر اسلامی سطوت وشوکت کا اظہار نہیں ہوسکتا۔

یہ تمام امور ایسے ہیں جو براہِ راست قرآن وسنت سے ثابت اور مستفاد ہیں اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح ضروریاتِ دین میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن وسنت کا علم رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے ان امور سے صرفِ نظر کرنا ناممکن ہے اور علم دین سے بہرہ ور کوئی بھی شخص عبادات واخلاقیات کے ساتھ ساتھ حکومت، اقتصادیات، قانون اور جہاد جیسے اہم معاملات میں قوم کی صحیح اور مکمل راہنمائی کیے بغیر اپنی ذمہ داریوں سے عنداللہ تعالیٰ وعندالناس عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ علماء اسلام نے ہر دور میں ملتِ اسلامیہ کی بھرپور سیاسی راہنمائی کی ہے۔ اور ملت اسلامیہ کی سیاسی تاریخ کا کوئی باب ایسا نہیں جو علماء کے عملی سیاست میں حصہ لینے کے مسئلہ میں خاموش ہو۔ علماء اسلام نے جہاں مسلم معاشرہ میں قرآن وسنت اور فقہ وتاریخ جیسے اسلامی علوم کی حفاظت واشاعت کی ہے وہاں ملت اسلامیہ کو ظلم سے نجات دلانے، نظامِ عدل وانصاف کے مکمل نفاذ اور مسلم حکومتوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بھی بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ تاریخ اسلام اس قسم کے بے شمار واقعات وشواہد سے بھرپور ہے۔ مثلاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی جدوجہد کو سامنے رکھیے، تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت امام اعظم کو جیل میں زہر پلا کر شہید کر دیا گیا تھا۔ جرم کیا تھا؟ کیا حکومتِ وقت نے انہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یا عبادات و اخلاص کے کسی مسئلہ پر عمل کرنے سے روکا تھا؟ یقیناً ایسی بات نہیں تھی بلکہ مسئلہ صرف اتنا تھا کہ حکومت وقت انہیں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کی مسند پر بٹھا کر بے لوث اصلاح وارشاد کے لیے ان کی مضبوط آواز کو خاموش کر دینا چاہتی تھی۔ مگر حضرت امام صاحبؒ اس سیاسی خودکشی کے لیے تیار نہ تھے۔ بالآخر حضرت امام اعظمؒ نے زہر کا پیالہ تو پی لیا مگر سیاسی جدوجہد سے اپنے قدم پیچھے نہ ہٹائے۔

حضرت امام اعظمؒ کے علاوہ حضرات تابعینؒ، وتبع تابعینؒ اور بعد کے ادوار میں حق وصداقت کی آواز بلند کر کے ظلم وجبر کے خلاف جدوجہد کرنے والے علماء کرام کا سلسلہ اتنا طویل ہے کہ ان کے مختصر ذکر کے لیے بھی ایک مفصل کتاب درکار ہے۔

برصغیر پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ملت اسلامیہ کی سیاسی تاریخ علماء کرام کی جدوجہد ہی سے عبارت ہے اور علماء کرام کی جدوجہد کو نظرانداز کر کے برصغیر میں ملت اسلامیہ کی سیاسی تاریخ کا ایک باب بھی مکمل نہیں کیا جاسکتا۔

برصغیر کے علماء اسلام نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، اور حضرت ملا جیونؒ کی طرح حکمرانوں کی اصلاح کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔ حضرت امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی طرح فکر ونظر کے میدان میں سیاسی راہنمائی کی ہے۔ حضرت محی الدین اورنگزیب عالمگیرؒ، حضرت امیر المومنین سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، امیر المومنین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی طرح نظامِ حکومت کو ہاتھ میں لے کر اسلامی قوانین واصلاحات کے نفاذ کی مساعی کی ہیں۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادیؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت حافظ ضامن شہیدؒ، حضرت مولانا محمد جعفر تھانسیریؒ، حضرت مولانا عنایت علی کاکورویؒ، حضرت مولانا عبد الجلیل شہیدؒ، علماء صادق پور، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت الشیخ مولانا سید حسین احمدؒ مدنی، مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا منصور انصاریؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ امروٹی، حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی طرح ظلم وجبر اور کفر والحاد کے نظام سے ٹکر لے کر قربانی وجہاد کی روایات تازہ کی ہیں۔

الغرض علماء اسلام خصوصاً برصغیر کے علماء کی سیاسی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ سیاسیات کا کوئی بھی شعبہ ان کی تگ وتاز سے محروم نہیں ہے۔ اور اس طرح علماء اسلام کا سیاست میں حصہ لینا ان کے ملی ودینی فریضہ کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے اسلاف واکابر کی شاندار روایات کا اہم حصہ اور ان کا ورثہ بھی ہے جس سے علماء اسلام کسی صورت میں روگردانی نہیں کر سکتے۔

فرنگی سامراج کے برصغیر پر تسلط کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا جو تاریخی فتویٰ دیا تھا وہ فرنگی سامراج کے خلاف مسلمانوں کی جنگ آزادی کی بنیاد ہے۔ اس فتویٰ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:

”دریں شهر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست و حکم روسائے نصاریٰ بے دغدغه جاری ست و مراد از اجراء احکام کفر انیست که در مقدمه ملک داری و بندو بست رعایا و اخذ خراج و باج و عشور اموال تجارت و سیاسیات قطاع الطریق و سراق و فصل خصوصیات و سزائے جنایات کفار بطور حاکم باشند۔“ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۷ ج ۱ مطبوعہ مجتبائی)

ترجمہ: یہاں روسائے نصاریٰ (عیسائی افسروں) کا حکم بلا دغدغہ اور بے دھڑک جاری ہے اور کفر کے احکام جاری اور نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری انتظامات رعیت، خراج باج، عشر و مالگزاری، اموال تجارت، ڈاکوؤں اور چوروں کے انتظامات، مقدمات کے تصفیہ، جرائم کی سزاؤں وغیرہ میں یہ لوگ بطور خود حاکم اور مختار مطلق ہیں۔''

گویا شاہ صاحب کے نزدیک فرنگی کے خلاف جہاد کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے سیاست (ملک داری و بندوبست رعایا)، اقتصادیات ومعیشت (اخذ خراج و باج وعشور اموال تجارت) اور قانون (سیاسیات قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات) کے معاملات میں مداخلت کر کے اپنا نظام نافذ کیا ہے، اس لیے اس کے خلاف جہاد فرض ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے اس تاریخ ساز فتویٰ میں جو جنگ آزادی کی بنیاد بنا، فرنگی حکومت کے ساتھ ساتھ اس کے ظالمانہ نظام کو بھی ہدف تنقید بنایا تھا تو کیا فرنگی کی حکومت ختم ہو جانے اور اس کی ظاہری غلامی سے نجات مل جانے کے ساتھ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ کے تمام تقاضے پورے ہو گئے ہیں؟ جبکہ ملک میں ابھی تک فرنگی کا سیاسی، اقتصادی اور قانونی نظام نافذ ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ ابھی تک شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ کے تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ اس فتویٰ کی رو سے خالص اسلام کے نفاذ اور فرنگی نظام کے خلاف جدوجہد کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود فرنگی حکومت کے خلاف جہاد فرض تھا۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی پارٹی جو یقیناً علماء اسلام کی پارٹی ہے اس وقت تک اپنے مشن میں کماحقہ کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ ''فک کل نظام'' کے مطابق فرنگی کے سیاسی، اقتصادی، قانونی، معاشرتی اور تعلیمی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اسلام کے عادلانہ نظام کی بلند و بالا اور مستحکم عمارت تعمیر نہیں کر لیتی۔

اس ضمن میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ علماء اسلام اسلامی قانون کا نام لے کر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات پاکستان کے ایک سابق صدر نے بھی اپنی تصنیف میں لکھی ہے لیکن اگر اس مفروضے کو عقل کی ترازو پر تولا جائے تو یہ بالکل بے وزن ہو جاتا ہے۔

اولاً اس لیے کہ علماء کسی خاص نسل یا طبقے کا نام نہیں جس کی اجارہ دارہ سے خوف محسوس کیا جا سکے۔

بلکہ قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم سے تعلق رکھنے والا ہر شخص عالم دین ہے اور منطقی بات ہے کہ جب قرآن وحدیث کو اپنا راہ نما مانا جائے گا تو علماء کرام کی راہنمائی قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اور چونکہ قرآن وحدیث کا نظام علماء قرآن وحدیث کی راہ نمائی کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا اس لیے علماء کی راہ نمائی سے گریز عملاً خود قرآن وحدیث کے نظام سے گریز ہے جسے ملا کی اجارہ داری قبول کرنے سے انکار کے حسین غلاف میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ جن حضرات کو ملا کی اجارہ داری سے بہت زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ خود اپنا کچھ وقت صرف کر کے قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی علوم سے بہرہ ور ہوں۔ اور یقین رکھیں کہ جب وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ملت اسلامیہ کی راہ نمائی کر سکیں تو علماء کہلانے والے لوگ ان کی راہ نمائی بلکہ اجارہ داری تک کو قبول کر کے اسلامی نظام کی منزل کی طرف بڑھنے کے لیے تیار ہوں گے۔ علماء کو اجارہ داری سے غرض نہیں، آپ اپنی اجارہ داری قائم رکھیے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی علوم سے آپ بہرہ ور ہوں۔ اور اگر آپ خود اسلامی علوم سے تعلق خاطر نہ رکھیں اور ان علوم کی مہارت رکھنے والے علماء کی راہ نمائی کو ''ملا کی اجارہ داری'' کا عنوان دے کر مسترد کرتے رہیں تو انصاف سے کہیے کہ آپ وطنِ عزیز میں اسلام کے عادلانہ نظام کو کس طرح نافذ کر سکیں گے؟ اور کیا آپ کے اس طرز عمل کو ''ملا کی اجارہ داری سے انکار'' کے نام سے براہ راست اسلامی نظام سے انکار قرار دینے میں کوئی منطقی قباحت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی ذہن رکھنے والے عناصر ملا کو سامنے رکھ کر اصول اسلام پر دبیز پردے ڈالنے کے درپے ہیں تا کہ

ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

اس سلسلہ میں ایک اور بات جو کہی جا سکتی ہے اور بعض حلقوں سے اس کی صدا سنائی بھی دیتی ہے کہ بلاشک علماء کرام سیاسی، اقتصادی، قانونی، معاشرتی اور تعلیمی امور میں مسلمانوں کی راہ نمائی کرتے رہیں لیکن عملی طور پر سیاست میں حصہ نہ لیں کیونکہ اس طرح ان کی راہ نمائی ہمہ گیر نہیں رہے گی، ان کے مخالف سیاسی گروہ ان کی راہ نمائی قبول کرنے سے ہچکچائیں گے اور علماء سیاسی دھڑے بندیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ ایک حد تک بظاہر اس بات میں کچھ وزن محسوس ہوتا ہے لیکن جب ہم تجربات کی دنیا میں آتے ہیں تو تجربہ ہمیں یہی بتاتا ہے کہ علماء کرام کو اپنے مشن میں اسی دور میں کامیابی ملی ہے جب انہوں نے سیاسی قوت کو، اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اور شاید کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سیاسی قوت کے بغیر محض راہ نمائی کے ذریعے علماء کرام معاشرہ میں کوئی انقلابی تبدیلی پیدا کر سکے ہوں۔

اورنگ زیب عالمگیر جو ایک جید عالم دین تھے، اپنے وسیع وطن میں قرآن وسنت اسی لیے نافذ کر سکے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ اور بھائیوں کو شکست دے کر سیاسی زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کو پشاور کے صوبہ میں ۱۸۳۱ء میں کچھ عرصہ کے لیے نظامِ اسلامی نافذ کرنے میں اسی لیے کامیابی نصیب ہوئی تھی کہ قوت و اقتدار پر خود ان کا قبضہ تھا، اور جہاد ۱۸۵۷ء کے دوران شاملی کے علاقہ میں امیر المؤمنین حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھوں شرعی قوانین کا کچھ دنوں کے لیے اسی لیے اجراء ممکن ہوا تھا کہ انہوں نے سیاسی قوت و اقتدار کو کنٹرول کرنے سے گریز نہیں کیا تھا۔

اور ماضی قریب میں دو بزرگوں کا سیاسی طرزِ عمل تو ہمارے لیے فکر ونظر کے سارے در وا کر دیتا ہے۔ ایک طرف حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کی سیاسی جدوجہد ہے کہ انہوں نے اپنے رفقاء کی معیت میں تحریک پاکستان کی کامیابی کے لیے سرتوڑ کوشش کی اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ صوبہ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کی کامیابی علامہ شبیر احمدؒ عثمانی اور ان کے رفیق کار مولانا ظفر احمدؒ عثمانی کی شبانہ روز محنت کا ثمرہ تھی۔ اسی لیے قیام پاکستان کے بعد کراچی میں مولانا شبیر احمدؒ عثمانی اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمدؒ عثمانی کو پاکستان کا پرچم لہرانے کے اعزاز سے نوازا گیا۔

لیکن بدقسمتی سے یہ بزرگ صرف رہنمائی کے دائرہ میں محدود رہے، انہوں نے سیاسی قوت حاصل کرنے سے گریز کیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ قرآن وسنت کے نظام کے نام پر پاکستان کے لیے لوگوں سے ووٹ حاصل کرنے والے یہ بزرگ قیام پاکستان کے بعد نظامِ قرآن وسنت کے لیے ایک عدد ''قراردادِ مقاصد'' کی منظوری کے سوا عملاً کچھ نہ کر سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے تھے، یقیناً انہوں نے اپنی حد تک سعی کی لیکن سیاسی قوت نہ ہونے کے سبب وہ کچھ نہ کر سکے اور خون کے آنسو روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ پاکستان کے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمدؒ عثمانی کی تصنیف ''الشہاب'' خود حکومت پاکستان نے ضبط کر لی لیکن پاکستان کی حمایت میں جان جوکھوں میں ڈالنے والے علماء کرام کا یہ بزرگ گروہ اس کتاب کی آزادی کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ یہ بے بسی اسی لیے تھی کہ ان کے پاس سیاسی قوت نہ تھی، وہ زور سے اپنی بات منوا نہ سکتے تھے۔ اور ظاہر بات ہے کہ آج کے دور میں سیاسی قوت واقتدار کے بغیر محض راہ نمائی سے انقلاب واصلاح کی بات محض پانی بلونے کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

اس کے برعکس علامہ شبیر احمدؒ عثمانی ہی کی جمعیۃ علماء اسلام کو ازسرِ نو زندہ ومتحرک کرنے والے علماء کی سیاسی جدوجہد پر ایک نظر ڈالیے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے دوبارہ احیاء کے بعد قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، مجاہد سرحد حضرت مولانا سید گل بادشاہؒ اور ان کے رفیق علماء نے براہ راست سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔

جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے انتخابات میں حصہ لیا گیا اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جب صوبہ سرحد میں جمعیۃ کو یہ موقع ملا کہ وہ اپنی سیاسی حیثیت سے اپنے مشن کے لیے فائدہ اٹھائے تو اس نے ایک لمحہ کے لیے گریز نہیں کیا۔ صوبہ سرحد میں قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ معاہدہ کر کے دونوں پارٹیوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا لیکن اپنی حیثیت صرف راہ نمائی تک محدود نہ رکھی۔ چنانچہ سیاسی قوت خود حاصل کی، وزارتِ اعلیٰ کا منصب حاصل کیا اور اسی لیے وہ صوبہ سرحد میں شراب پر پابندی، تقاوی سود کی معافی، جوئے پر پابندی، اردو کو سرکاری زبان قرار دینے، فرنگی لباس کی بجائے شلوار قمیص کو دفتری لباس قرار دینے،

سکول وکالج میں اسلامی تعلیم کولازمی قرار دینے اور اس جیسی بیس سے زائد اسلامی اصلاحات نافذ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اگر مفتی صاحب اور جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد میں سیاسی قوت خود حاصل کرنے کی بجائے محض معاونت وراہ نمائی کے دائرہ میں ہی خود کو محدود رکھتے تو یقیناً ان کی بے بسی بھی قابل دید ہوتی۔ جیسا کہ آج کل سرحد و بلوچستان میں ''شریعت'' کے نام سے وزارتوں کے نعرے والے ''ملا'' بے دست و پا نظر آتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب تک علماء کرام خود سیاسی قوت حاصل نہیں کر لیتے، اصلاح وانقلاب کے لیے ان کی کوئی سی کوشش بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ انہی وجوہ کی بنا پر جمعیۃ علماء اسلام سیاسی میدان میں سرگرمِ عمل ہے اور وہ بلا ریب یہ سمجھتی ہے کہ اس کی سیاسی جدوجہد:

اسلام کے مکمل نظامِ حیات کی آئینہ دار ہے،

ان کے عظیم اسلاف واکابر کا قیمتی ورثہ ہے،

تحریکِ آزادی کا ایک اہم اور فیصلہ کن حصہ ہے،

نظامِ قرآن وسنت کے نفاذ کے لیے ضروری ہے،

اور اس کے مشن کی عملی ضروریات کے لیے ناگزیر ہے۔

اس لیے ہم اسلامیانِ پاکستان سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے ملی و دینی فرائض کو پہچانیں اور مندرجہ بالا عظیم مقاصد کی تکمیل کے لیے جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو کر عملی جدوجہد کریں۔ جمعیۃ علماء اسلام کا مقصد یہی ہے کہ علماء اسلام کی راہ نمائی میں اسلام کے عادلانہ نظام کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی جائے۔ یہ صرف علماء کی جماعت نہیں، اس کے دروازے وکلاء، طلبہ، دانشوروں، مزدوروں، کسانوں، تاجروں اور زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لیے کھلے ہیں۔ آیئے اور وطنِ عزیز پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنانے کے لیے اپنا فرض ادا کیجئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کا پلیٹ فارم اس مقصد کے لیے حاضر ہے، کیا آپ یہ مخلصانہ دعوت قبول فرمائیں گے؟



جو لوگ علماء کے خلاف بدزبانی اور بدکلامی کرتے ہیں،

خدا کی قسم!

میں نے ان کی قبروں کو جہنم کا گڑھا بنتے دیکھا ہے۔

مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوریؒ

یہ دریائے علم یونہی رہے گا

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

یہ دریائے علم یونہی رہے گا اور ہزاروں طالب علم
اپنی اپنی علم کی نہریں بہا بہا لے جائیں گے

یہ دنیا یونہی رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے
دنیا والے آ جا کر اس دنیا کو بسائیں گے

ایمان والے خوش قسمت، توحید و سنت اپنا کر
اللہ پاک کو راضی کر کے اس دنیا سے آخرت بنائیں گے

کافر، مشرک، یہود و منافق سارے فاسق نافرمان
جن کی دنیا جنت ہے سب مَر کے جہنم جائیں گے

اے اللہ استقامت دے حیات کے آخری سانس تلک
ہم تیری رحمت کے سائے تلے اور نبی کی قیادت میں جنت میں جائینگے

یہ سارے فضلاء جمع ہوئے ہیں اپنے مادر علمی عثمانیہ میں
تو اپنے فضل سے جمع کرنا ہم سب کو جنت کے بالا خانوں میں

یہ دعا ابو عبید کی ہے امین فضلاء ہے شامل
دعا ہماری کر قبول پھر ہم جنت جائیں گے

نماز کا عجیب واقعہ

مولانا ضیاء الرحمن صاحب

عبداللہ طاہر جب خراسان کے گورنر تھے اور نیشا پور اس کا دار الحکومت تھا تو ایک لوہار شہر ہرات سے نیشا پور گیا اور چند دنوں تک وہاں کاروبار کیا۔ پھر اپنے اہل وعیال سے ملاقات کے لئے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا اور رات کے پچھلے پہر سفر کرنا شروع کر دیا۔ ان ہی دنوں عبد اللہ طاہر نے سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ شہر کے راستوں کو محفوظ بنائیں تا کہ کسی مسافر کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

اتفاق ایسا ہوا کہ سپاہیوں نے اسی رات چند چوروں کو گرفتار کیا اور امیر خراسان (عبداللہ طاہر) کو اسکی خبر بھی پہنچادی لیکن اچانک ان میں سے ایک چور بھاگ گیا۔ اب یہ گھبرائے اگر امیر کو معلوم ہو گیا کہ ایک چور بھاگ گیا ہے تو وہ ہمیں سزا دے گا۔ اتنے میں انہیں سفر کرتا ہوا یہ (لوہار) نظر آیا۔ انھوں نے اپنی جان بچانے کی خاطر اس بے گناہ شخص کو فوراً گرفتار کر لیا اور باقی چوروں کے ساتھ اسے بھی امیر کے سامنے پیش کر دیا۔ امیر خراسان نے سمجھا کہ یہ سب چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں اس لئے مزید کسی تفتیش و تحقیق کے بغیر سب کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔

نیک سیرت لوہار سمجھ گیا کہ اب میرا معاملہ صرف اللہ جل شانہ کی بارگاہ سے ہی حل ہے اور میرا مقصد اسی کے کرم سے حاصل ہوسکتا ہے لہٰذا اس نے وضو کیا اور قید خانہ کے ایک گوشہ میں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ ہر دو رکعت کی بعد سر سجدہ میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رقت انگیز دعائیں اور دل سوز مناجات شروع کر دیتا اور کہتا۔ ”اے میرے مالک! تو اچھی طرح جانتا ہے میں بے قصور ہوں“۔ جب رات ہوئی تو عبداللہ طاہر نے خواب دیکھا کہ چار بہادر اور طاقتور لوگ آئے اور سختی سے اس کے تخت کے چاروں پایوں کو پکڑ کر اٹھایا اور الٹنے لگے اتنے میں اس کی نیند ٹوٹ گئی۔ اس نے فوراً لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔ پھر وضو کیا اور اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں دو رکعت نماز ادا کی جس کی طرف ہر شاہ و گدا اپنی پریشانیوں کے وقت رجوع کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ سویا تو پھر وہی خواب دیکھا اس طرح چار مرتبہ ہوا۔

ہر بار وہ یہی دیکھتا تھا کہ چاروں نوجوان اس کے تخت کے پایوں کو پکڑ کر اٹھاتے ہیں اور الٹنا چاہتے ہیں۔
امیر خراسان عبداللہ طاہر اس واقعہ سے گھبرا گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ضرور اس میں کسی مظلوم کی آہ کا اثر ہے
امیر خراسان نے رات ہی میں جیلر کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ! تمہارے علم میں کوئی مظلوم شخص جیل میں بند تو نہیں کر دیا گیا ہے؟
جیلر نے عرض کیا۔ عالیجاہ! میں یہ تو نہیں جانتا کہ مظلوم کون ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جو جیل میں نماز پڑھتا ہے اور رقت انگیز و دل سوز دعائیں کرتا ہے۔
امیر نے حکم دیا: اسے فوراً حاضر کیا جائے۔ جب وہ شخص امیر کے سامنے حاضر ہوا تو امیر نے اس کے معاملہ کی تحقیق کی۔ معلوم ہوا کہ وہ بے قصور ہے۔ امیر نے اس شخص سے معذرت کی اور کہا: آپ میرے ساتھ تین کام کیجئے۔
نمبر ۱۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔
نمبر ۲۔ میری طرف سے ایک ہزار درہم قبول فرمائیں۔
نمبر ۳۔ جب بھی آپ کو کسی قسم کی پریشانی درپیش ہو تو میرے پاس تشریف لائیں تاکہ میں آپ کی مدد کر سکوں۔
نیک سیرت لوہار نے کہا: آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں آپ کو معاف کر دوں تو میں نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ ایک ہزار درہم قبول کر لوں تو وہ بھی میں نے قبول کیا لیکن آپ نے جو یہ کہا ہے کہ جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہو تو میں آپ کے پاس آؤں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔
امیر نے پوچھا: یہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ وہ خالق و مالک جل جلالہ جو مجھ جیسے فقیر کے لئے آپ جیسے بادشاہ کا تخت ایک رات میں چار مرتبہ اوندھا کر سکتا ہے تو اسکو چھوڑ دینا اور اپنی ضرورت کسی دوسرے کے پاس لے جانا اصولِ بندگی کے خلاف ہے۔ میرا وہ کون سا کام ہے جو نماز پڑھنے سے پورا نہیں ہو جاتا کہ میں اسے غیر کے پاس لے جاؤں۔ یعنی جب میرا سارا کام نماز کی برکت سے پورا ہو جاتا ہے تو مجھے کسی اور کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔

(ریاض الناصحین ص: ۱۰۵، ۱۰۴)

☆☆☆☆

مولانا حافظ یسین دیوبندی صاحبؒ

مدیر التحریر کے قلم سے

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ ۱۲۸۶ھ میں دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام تحسین علی اور دادا کا نام میاں جی امام علی تھا۔ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کا سلسلہ نسب خلیفہ چہارم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ حصول علم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا ملّا محمودؒ صاحب، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ جیسے جید اساتذہ سے علم دین حاصل کیا اور ۱۳۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ہی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اتفاقاً دارالعلوم میں مدرس کی جگہ خالی تھی، اسی جگہ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کا تقرر کر دیا گیا۔ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ نے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خاص مریدین میں شامل ہوتے ہوتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد گنوہیؒ سے ہی منازل سلوک طے فرمائیں۔

آپؒ کی اولاد صالحہ میں ایک نام حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ بھی تھے جو پاکستان کے مفتی اعظم اور جامعہ درالعلوم دیوبند میں صدر مدرس رہے۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ دیوبند کے نہایت اہل علم اور باعزت خاندان کے فرزند تھے۔ آپؒ کے آباؤ اجداد علمی مشاغل میں مصروف اور اہل شہر کے معتمد علیہ تھے۔ (اکابرین علماء دیوبند)

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کے درس میں طلباء، اہل شہر، عربی یافتہ وفارغ التحصیل علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عالمانہ بحث واشکال پیش کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کی ایک نمایاں خصوصیت، یا اثر صحبت یا برکت تھی کہ طالب علم کے دل میں

ابتداء ہی سے اللہ رب العزت وانبیاء اکرام علیھم السلام کی محبت، بزرگان دین کی عقیدت جاگزیں ہوجایا کرتی تھی۔ جس کا پائیدار اثر طالب علم کے لیے دینی ودنیوی اصلاحِ حال کے لئے آخری زمانہ تک مفید ثابت ہوتا تھا۔

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ پابندی شریعت، رعایت آداب طریعت، وائے اعمال وعبادات میں متفید ین، متلعلقین کے لیے ایک بہترین نمونہ پیش نظر تھے۔ الغرض حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ ایک مستند عالم، عامل، اور شیخ کامل تھے۔ آپؒ نے کئی مفید رسالے تحریر فرمائے، آپؒ نہایت متواضع، خندہ جبیں اور عارف بزرگ تھے۔ ساری عمر درس وتدریس اور اصلاح وتربیت میں میں گزاری۔

دیوبند کا یہ ستاہ تمام عمر دین کی خدمت کرتے کرتے ۹ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ بروز جمعتہ المبارک کو دیوبند میں ہی ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔



ہر زمانے میں اہلِ حق عُلماء کی موجودگی

علمِ دین کی حفاظت کا خُدائی انتظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”میرے لائے ہوئے اس علم کو ہر زمانے کے اہلِ حق سنبھالیں گے (یعنی دین کی خدمت و حفاظت کا وہ اہلِ علم حضرات پورا پورا حق ادا کریں گے)۔ وہ (اہلِ حق) لوگ جاہلوں کی فاسد تاویلات، اہلِ باطل کی ملمع سازیوں اور غلو کرنے والوں کی تحریفات کو اس دین سے نکال باہر کریں گے۔“ (مشکوۃ:248 , صحیح)

آج کل بہت سے نام نہاد دانشور یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ اس وقت تمام اہلِ علم حضرات (نعوذ باللہ) عُلماءِ سوء ہیں اور عُلماءِ حق ناپید ہو چکے ہیں، ایسے ناعاقبت اندیش لوگ درج بالا حدیثِ نبوی پر غور کریں کہ قیامت تک اہلِ حق عُلماء ہر زمانے میں موجود رہیں گے جو ان نام نہاد دانشوروں کی فاسد تاویلات، خوشنما ملمع سازیوں اور تحریفات کا پردہ چاک کر کے دینِ متین کی حفاظت کی خدمات سرانجام دیتے رہیں گے۔ (والحمد للہ علی ذالک)

میزان

محمد حفص فاروقی

میزان کی ہیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میزان کی ایک زبان اور دو پلڑے ہیں۔(**اخرجه ابن المبارك في الزهد**)

میزان کے ذمہ دار

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میزان کے ذمہ دار حضرت جبریل ہوں گے۔(**اخرجه ابن جرير وابن ابی الدنيا**)

ذرہ برابر عمل کا بھی وزن ہوگا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کا حساب لیا جائے گا، جس کی ایک نیکی بھی بڑھ گئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔اور جس کا ایک گناہ بھی نیکیوں سے بڑھ گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔میزان کے پلڑے ایک دانہ کے وزن کے برابر بھی نیکی اور گناہ سے جھک سکیں گے۔اور جس شخص کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ اہل اعراف میں سے ہوگا، اسے پل صراط پر روک لیا جائے گا۔

(اخرجه ابن ابی حاتم)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يؤتى بابن آدم يوم القيامة فيوقف بين كفتي الميزان ويوكل به ملك فان ثقل ميزانه نادي الملك بصوت يسمع الخلائق سعد فلان سعادة لا يشقى بعدها ابدا وان خف ميزانه نادي الملك بصوت يسمع الخلائق شقي فلان شقاوة لا يسعد بعدها ابدا

انسان کو قیامت کے دن پیش کر کے میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا۔یہ میزان ایک فرشتہ کے سپرد ہوگا۔اگر اس کا میزان بھاری ہوگا تو وہ فرشتہ اتنی بلند آواز سے پکارے گا جسے سب مخلوقات سنے گی۔

''سعد فلان سعادة لا يشقى بعدها ابدا

فلاں شخص سعادت مند ہو گیا۔اب وہ کبھی بد بخت نہیں ہوگا۔اور اگر اس کا میزان ہلکا ہوگا تو وہ فرشتہ بلند آواز سے کہے گا جسے سب مخلوقات سنیں گی

شقی فلان شقاوة لا يسعد بعدها ابدا

فلاں شخص بد بخت ہو گیا اب وہ کبھی بھی سعادت مند نہیں ہوگا۔**(اخرجه البزار والبيهقي في الشعب)**''

باطنی اچھائی کا انعام

حضرت علی فرماتے ہیں: جس کا ظاہر باطن سے اچھا ہوگا،اس کا نیکیوں والا پلڑا ہلکا ہوگا۔اور جس کا باطن اس کے ظاہر سے اچھا ہوگا، اس کا نیکیوں والا پلڑا جھک جائے گا۔**(اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الاخلاص)**

ایک نیکی سے بھی نجات

حضرت ابن عباس حضور ﷺ سے اور آپ ﷺ حضرت جبریل سے نقل کرتے ہیں:

يؤتى بسيئات العبد وحسناته فيقضى بعضها البعض فان بقيت واحدة وسع الله بها في الجنة

''انسان کے گناہ اور نیکیاں پیش کی جائیں گی۔بعض کا بعض سے موازنہ کیا جائے گا۔پھر اگر ایک نیکی بھی بچ گئی تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل فرمادیں گے۔**(اخرجه البزار وعبد بن حميد)**

☆☆☆☆

رمضان آیا ہے

علاؤالدین طالب سولہاپوری

رمضان آیا، رحمت لایا
نیکیاں اونچی بنالو سودے سستے کرلو سب
توبہ استغفار کرکے سیدھے رستے کرلو سب
دیکھو کتنا خوبصورت رب کا مہماں آگیا
دیکھو کتنی شان والا ماہ رمضاں آگیا
کیا تجارت کا منافع کیا کمائی دام کی
دنیا کی دولت اے بندے کتنے دن کے کام کی
چھوڑ دو بازار حسرت حسرتِ جاں آگیا
دیکھو کتنی شان والا ماہ رمضاں آگیا
روزہ داروں کے لیے یہ جاں بچھا دستر بچھا
جس طرح خد مت بنے پانی پلا کھانا کھلا
لمحہ لمحہ نیکیوں کا دست و داماں آگیا
دیکھو کتنی شان والا ماہ رمضاں آگیا
دنیاداری ،دنیاداری کرکے تو پچھتائے گا
کیا خبر یہ زندگی میں پھر مہینہ آئے گا
توبہ کرلے وقت ہے بخشش کا ساماں آگیا
دیکھو کتنی شان والا ماہ رمضاں آگیا
گڑ گڑانے کا ہے موقع گڑ گڑا کے مانگ لو
سر جھکاکے مانگ لو اور دل بچھاکے مانگ لو
مانگ لو رُو رُوکے دیکھو وہ مہرباں آگیا
دیکھو کتنی شان والا ماہ رمضاں آگیا
سُونے والے جاگ سحری کا مزہ دیکھ لے
کر کے افطاری تراویح کا مزہ دیکھ لے
قدر کرنہ یاب تحفہ مسلماں آگیا
دیکھو کتنی شان والا ماہ رمضاں آگیا

حرص ولالچ

محترم عبدالمطلب اکاخیل صاحب

لالچ اور حرص یہ فتنہ اتنا وسیع ہے ہے کہ آج کل ہر شخص اس میں مبتلا ہے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس سے بچ سکے ہیں۔ تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر ہو یا کالج کا پروفیسر، دینی درس گاہ کا مدرّس ہو یا مسجد کا امام، اس آفت میں سب ہی مبتلا نظر آتے ہیں، زہد وقناعت، تقویٰ اور اِخلاص واِیثار، جیسے اخلاق وفضائل ان اسباب کا ردہے لیکن اس کا نام ونشان کہیں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ساز و سامان کی فراوانی کے باوجود حرص لالچ اور عروج پر ہے اور کرب واضطراب، بےچینی وبےاطمینانی اور حیرت وپریشانی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔

یہ ایک ایسا مرض ہے جس کی تشخیص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے فرمادی تھی

چناں چہ ارشاد فرمایا:

”واللہ لا الفقر أخشیٰ علیکم ولکن أخشیٰ علیکم أن تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم“

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا، ج:۲، ص:۹۵۱، ط:قدیمی الصحیح لمسلم، کتاب الزھد ج:۲، ص:۴۰۷، ط:قدیمی)

”بخدا! مجھے تم پر فقر کا اندیشہ قطعاً نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلائی جائے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلائی گئی، پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا، تمہیں بھی برباد کر ڈالے۔“

(بخاری ومسلم)

یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشخیص پر ہی اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ اس کے لیے ایک جامع نسخۂ شفا بھی تجویز فرمایا۔

یعنی اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اس دنیا میں ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت وآسائش بھی فانی ہے اور ہر تکلیف ومشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں ہر چیز آخرت کی بیش بہا نعمتوں اور لازوال راحتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

قرآن کریم نے سیکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔سورہ اعلیٰ آیت 16 اور 17 میں نہایت بلیغ مختصر اور جامع الفاظ میں اس پر متنبہ فرمایا:

"بل تؤثرون الحيوٰة الدنيا والآخرة خير وأبقى"

(کان کھول کر سن لو! کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو (اس پر) ترجیح دیتے ہو؛ حالاں کہ آخرت (دنیا سے) بدرجہا بہتر اور لازوال ہے۔"

اس کا علاج یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہوا جائے اور بطورِ پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کر ان سے کلی پرہیز کیا جائے اور یہاں کی لذت وحسن والی چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، دنیا کا مال واسباب، اولاد، بیوی یا شوہر، رشتہ دار اور قبیلے کے سارے قصے زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدرِ ضرورت ہی اختیار کیے جائیں، ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش وعشرت اور لذت کی زندگی گزارنے کے لیے اختیار نہ کیا جائے اور نہ یہاں کی عیش کو زندگی کا مقصد اور موضوع بنایا جائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"اياک والتنعم فان عباد الله ليسوا بالمتنعمين" (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء ج: ۲، ص: ۴۴۹، ط: قديمی)

"عیش وعشرت سے پرہیز کرو؛ کیوں کہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔"

یہاں پر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ کسی بات پر اپنے وزیر سے ناراض ہوگیا۔اور بادشاہ نے وزیر کو عُہدے سے ہٹا دیا۔وزیر بہت دانا نیک دل تھا۔بادشاہ کے دربار سے نکل کر وہ اللہ والوں کی مجلس میں شامل ہوگیا۔اور اُن نیک لوگوں کی صحبت میں وزیر کو ایسی خوشی اور ایسا اطمینان مِلا جو پہلے کبھی نہیں مِلا تھا۔

بادشاہ نے کچھ دن بعد محسوس کیا کہ جس وزیر کو بادشاہ نے معزول کیا ہے وہ تو اس عہدے کے لئے بہت موزوں تھا۔سچّا اور وفادار ہونے کے ساتھ وہ ایسا عقل مند تھا کہ اُس کا مشورہ ہمیشہ مفید ثابت ہوتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ وہ اپنی کُرسی پھر سنبھال لے۔اور سلطنت کے معزز عہدے دار کی حیثیت سے خدمات انجام دے۔

وزیر نے جواب دیا کہ حضور والا! سلطنت کے کاروبار میں مشغول ہونے کے مقابلے میں میرے لئے معزول رہنا زیادہ اچھا ہے۔ اب میں ہر طرح آرام میں ہوں۔ کُتّوں جسی فطرت رکھنے والے لوگوں کی شرارتوں سے مجھے نجات مِل گئی ہے۔ اور خدا کے فضل سے میرا وقت بہت اچھا گذر رہا ہے۔

بادشاہ نے بہت زور دیا لیکن وزیر نے وزارت کا عہدہ قبول نہ کیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حکایت میں یہ بات بتائی ہے کہ انسان کو سچی راحت اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اپنے دل کو لالچ اور حرص جیسی برائیوں سے پاک کر لیتا ہے۔

جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو دولت اور عہدوں کے لئے مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ یہ چیزیں بغیر طلب کے اُس کے قدموں میں آ گرتی ہے۔

اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



لالچ اور حرص کو مت اپناؤ،
کیوں کہ تم سب سے بڑھ کر نہیں ہو سکتے۔

ارسطو

جنتیوں اور دوزخیوں کو اپنے ٹھکانوں کا کیسے علم ہوگا؟

محمد شعیب صاحب

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میزان کی ایک زبان اور دو پلڑے ہیں اس میں نیکیاں اور گناہ تولے جائیں گے۔ نیکیوں کو بہترین صورت میں لا کر میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ پلڑا گناہوں والے پلڑے سے جھک جائے گا۔ پس اس کی وہ نیکیاں لے کر جنت میں اس کے گھر کے قریب رکھ دی جائیں گی۔ پھر مومن سے کہا جائے گا: اپنے عمل کے پاس چلے جاؤ! مؤمن جنت میں جائے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے گھر کو پہچان لے گا۔ اور گناہوں کو بری صورت میں لا کر میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا جس سے گناہوں والا پلڑا جھک جائے گا اور میزان خفیف ہو جائے گا کیونکہ باطل خفیف ہی ہوتا ہے۔ پس ان گناہوں کو جہنم میں اس گناہگار کے گھر کے قریب رکھ دیا جائے گا۔ اور گناہگار سے کہا جائے گا کہ جہنم میں اپنے عمل کے پاس چلے جاؤ۔ گناہگار جہنم میں جائے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے گھر کو پہچان لے گا اور ان مختلف عذابوں کو بھی جو اللہ تبارک وتعالی نے تیار کئے ہوئے ہیں۔

(اخرجه البيهقي في الشعب الايمان)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لوگ جنت اور جہنم میں اپنے گھروں اور اعمال کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہوں گے جو جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہوں۔

(اخرجه البيهقي في الشعب الايمان)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میزان پر تشریف فرما ہونگے

حضرت انس فرماتے ہیں:

سألت النبي أن يشفع لی یوم القيامة فقال لي انا فاعل قال قلت يارسول الله فاين اطلبک؟ قال اطلبنی اول ما تطلبني على الصراط قلت فان لم القك على الصراط؟ قال فاطلبنی عند الميزان قلت فان لم القك عند الميزان؟ قال فاطلبنی عند الحوض فاني لا اخطیء هذه الثلاثة مواطن

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں تلاش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے تو تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پل صراط پر نہ مل سکوں؟ فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میزان پر بھی نہ مل سکوں؟ فرمایا: پھر مجھے حوض پر تلاش کرنا۔ میں ان تین مقامات کے علاوہ اور کسی جگہ پر نہیں ہوں گا۔" **(اخرجه الترمذي وحسنه والبيهقي)**





اللہ کی عطائیں

محترمہ زنیرہ عقیل صاحبہ

ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان جیسی قیمتی دولت بخشی یہ ہمارے لیے رب کریم کی محبت ہے نماز کی پابندی کی توفیق عطا فرمائی یہ اللہ رب کریم کا احسانِ عظیم ہے دین کے نام پر جان، مال اور وقت لگانے کی سعادت بخشی یہ رب کریم نعمت ہے ان سارے انعامات الٰہی پر اللہ رب کریم کا شکر ادا کرنا چاہیے اور دین کو پختگی کے ساتھ سمجھنے اور مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ رب کریم نے تمام چیزیں مقدر کر دی ہیں ان کے اسباب بھی مقدر کر دیئے ہیں لیکن جس حد تک اسباب انسان کے اختیار میں رکھے ہیں ان اسباب کا اختیار کرنا انسان پر واجب ہے، اسباب تلاش کرنا اور انھیں اختیار کرنا انسان کے اختیار کی چیز ہے، لہٰذا انھیں اپنانا اُن کے لیے کوشش کرنا بھی لازمی ہے۔ اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ ظاہر ہونے کی امید اور یقین اللہ تعالیٰ کی ذات سے رکھنا چاہیے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "میں نے قرآنِ مجید میں نوے جگہوں پر پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کی تقدیر میں رزق لکھ دیا ہے اور اُسے اِس بات کی ضمانت دیدی ہے۔ اور میں نے قرآن شریف میں صرف ایک مقام پر پڑھا کہ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے۔ ہم نے سچے رب کا نوے مقامات پر کیئے ہوئے وعدے پر تو شک کیا مگر جھوٹے شیطان کی صرف ایک مقام پر کہی ہوئی بات کو سچ جانا۔

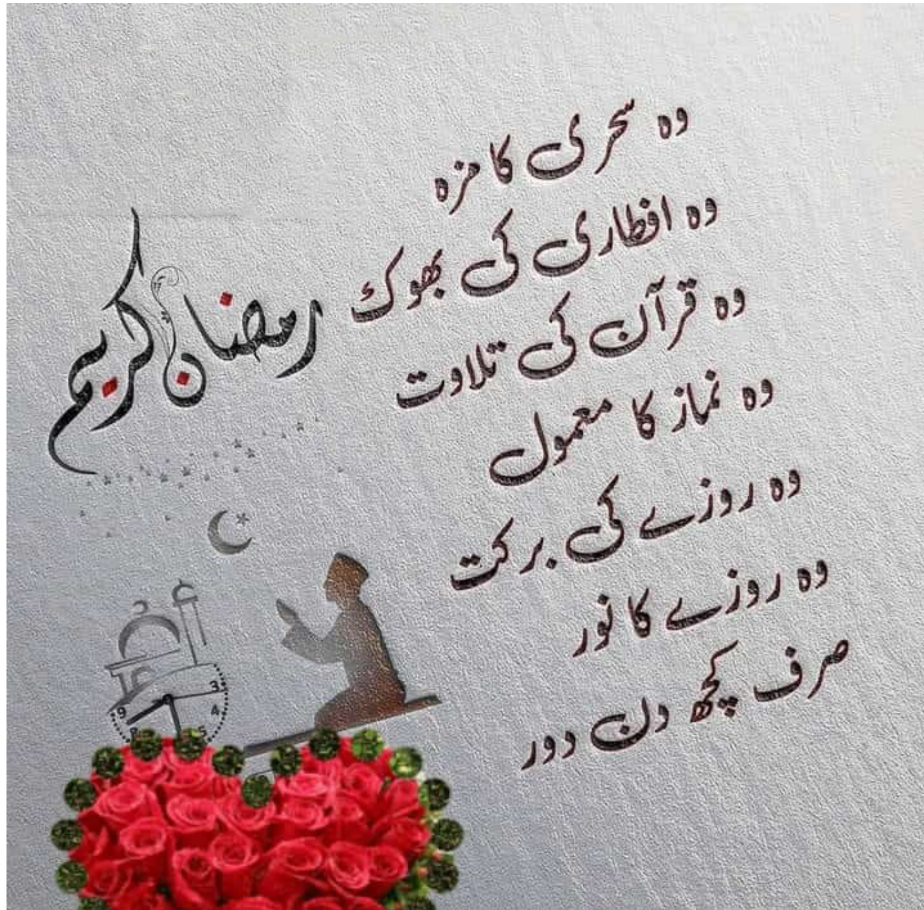
ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ پردے ہٹا کر بندے کو دِکھادے کہ وہ اپنے بندے کے معاملات سہارنے کے لئے کیسی کیسی تدبیریں کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بندے کی مصلحتوں کی کیسی کیسی حفاظتیں کرتا ہے۔ اور وہ کس طرح اپنے بندے کے لئے اُس کی ماں سے سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ تب کہیں جا کر بندے کا دل اللہ کی محبت سے سرشار ہوگا۔ اور تب کہیں جا کر بندہ اپنا دل اللہ کے لئے قربان کرنے پر کمر بستہ ہوگا۔

اگر آپ دنیا کے غم و پریشانیوں سے تھک چکے ہیں تو فکر نہ کریں اللہ رب کریم آپ کی دعائیں سنتا ہے اور سننا چاہتا ہے بس آپ مانگنے والے بنیں۔ ایک بار اپنا سر سجدے میں رکھ کر جو کچھ آپ کے دل و دماغ میں ہے کہہ دیجیے پھر دیکھیں اللہ کی محبت آپ کے لیے کیا ہے۔ اللہ کے سامنے گڑگڑا کر ایک بار اپنے غموں اور مصیبتوں کو کہہ دیجیے اللہ سننے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ اپنی تقدیر کا رونا مت روئیں بلکہ اللہ کے احکامات کو مشعل راہ بنائیں پھر دیکھیں کہ آپ کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اللہ رب کریم کی نعمتیں آپ کی جھولی میں ہونگی۔

بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ

تقدیر کے پابند ہیں جمادات و نباتات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

☆☆☆☆



ہمارا سفر بہت مختصر ہے۔

محترمہ رعنا دلبر صاحبہ

ایک خاتون تیزی سے بس میں سوار ہوئی اور ایک دوسری خاتون کے برابر کی نشست پر بیٹھیں تب انکے پرس سے ساتھ بیٹھی خاتون کو چوٹ لگی

دوسری خاتون خاموش رہیں، اس خاتون کو خاموش دیکھ کر پہلی خاتون نے سوال کیا کہ آپ میرے پرس سے چوٹ پہنچنے کے باوجود خاموش کیوں رہیں۔؟

وہ خاتون مسکرائی اور بولی:

ایک معمولی سے چیز کے لیے مجھے برہم ہونے کے لیے کوئی ضرورت نہیں تھی جبکہ ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ سفر نہایت مختصر ہے، کیونکہ میں اگلے اسٹاپ پر اترنے والی ہوں"

اس جواب نے اس عورت کو بے چین کر دیا اس نے اس عورت سے معافی طلب کی اور جو الفاظ سوچے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہیں۔

ہم میں سے ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ دنیا میں ہمارا وقت بہت مختصر ہے، اس مختصر وقت کو بے جا بحث وتکرار، حسد، کدورت اور دیگر رنجشوں سے تاریک نہیں کرنا چاہیے اور یہ خراب رویے وقت اور توانائی کی بربادی کا سبب ہوتے ہیں۔۔۔

کیا کسی نے آپکی دل شکنی کی ہے۔؟

پرسکون رہیے سفر بہت مختصر ہے۔

کیا کسی نے آپکو دھوکا دیا ہے۔؟

مطمئن رہیں اور دباؤ کا شکار نہ ہوں۔

سفر بہت مختصر ہے۔

کیا کسی نے بلا سبب آپکی بے عزتی کی ہے۔؟

پرسکون رہیے اور نظر انداز کیجیے۔

سفر بہت مختصر ہے۔

کیا کسی نے آپ پر ناپسندیدہ تبصرہ کیا ہے۔؟

ہر سکون رہیے، نظر انداز اور معاف کیجیے، انکو اپنی دعا میں یاد رکھیں اور بغیر صلہ کے ان سے محبت کیجیے۔

سفر بہت مختصر ہے۔

ہر وہ تکلیف جو کسی دوسرے سے آپکو ملی، درحقیقت وہ اس وقت ہی تکلیف بنتی ہے جب آپ اسکے بارے میں سوچتے ہیں۔

یاد رکھیے!!!

ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ سفر بہت مختصر ہے۔

کوئی اس سفر کی طوالت سے واقف نہیں، کل کسی نے نہیں دیکھا، کوئی نہیں جانتا کہ وہ اپنے مقام یا منزل پر کب پہنچے گا۔

اس لئے کہ ہمارا سفر بہت مختصر ہے۔

آئیں اپنے خاندان اور دوستوں کی تعریف کریں۔ ان سے ہنسی مذاق کیجیے، انکا احترام کیجیے، محبت کرنے والے اور درگزر کرنے والے بنیں۔

کیونکہ ہمارا سفر بہت مختصر ہے۔

مسکراہٹیں بانٹیں، اپنا سفر اتنی ہی خوبصورتی سے اختیار کریں جیسا آپ اسکو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہیں۔

کیونکہ ہمارا سفر بہت مختصر ہے۔



ہر کسی کی نعمتیں بھی الگ ہیں ہر کسی کی آزمائشیں بھی اور ہر کسی کی کہانی بھی الگ ہے۔ سبق بھی الگ ہیں۔ کبھی کسی اور کو دیکھ کر یہ مت سوچیں کہ میں محروم ہوں۔ آپ پر بھی آپکے رب کریم کی بہت عطا ہے۔!!!




باب الفتاویٰ

ادارہ

سوال:

نکاح ثانی کس کو کرنا چاہیے۔؟

جواب:

فرمایا ایک شخص نے مجھ سے عقد ثانی کے متعلق مشورہ کیا تو میں نے کہا تمہارے پاس کتنے مکان ہیں؟ اس نے کہا ایک ہے۔ میں نے کہا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے انہوں نے کہا کتنے ہونے چاہیں میں نے کہا تین ہونے چاہیں۔ انہوں نے کہا تین کس لئے؟ میں نے کہا تین اس لیے ہونے چاہیے کہ دو مکان تو دو بیویوں کے رہنے کے لئے اور تیسرا مکان اس لئے کہ جب ان دونوں میں سے اختلاف ہو جائے تو آپ ان دونوں سے الگ رہیں کیونکہ جب تم روٹھو گے تو کہا رہو گے وہ یہ سن کر رک گئے۔ ملفوظات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ۔

چند ضروری مسائل:

مسئلہ نمبر ۱:

دوسرا نکاح کرنے کا حکم بلا ضرورت دوسری زوجہ سے نکاح نہ کرے اگر چہ عدل (انصاف) کی امید ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں دوسرا نکاح کرنے میں اکثر حالات میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر اس خیال سے (دوسرے نکاح کو) ترک کردے گا کہ پہلی بیوی کو غم نہ ہو تو ثواب ہوگا (عالمگیری) اور اگر انصاف کی امید نہ ہو تو دوسرا نکاح کرنا بالکل گناہ ہے۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ" پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔ (حقوق المیت)

مسئلہ نمبر ۲:

نفقہ دینے اور بعرض تالیف انس (دلجوئی کے لیے) رات گزارنے میں میں (دونوں بیویوں میں انصاف اور برابری کرنا) واجب ہے

اور ہم بستری میں نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳:

لیکن اگر ہم بستری بوس وکنار میں برابری کرے تو مستحب ہے گو واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴:

اور واجب نہ ہونا اس وقت تو متفق علیہ ہے جبکہ رغبت اور نشاط نہ ہو اس صورت میں معذور ہوگا، لیکن اگر رغبت ونشاط ہے گو دوسری طرف زیادہ ہے اس کی طرف کم ہے تو اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ اس میں بھی برابر واجب ہے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۵:

باقی تبرعات وتحایف یعنی زاید لین دین اور ہدیے تحفے جوڑے وغیرہ جو لازمی نہیں ہے ان میں بھی عدل وبرابری واجب ہے حنفیہ کا یہی قول ہے۔ (اصلاح انقلاب)

حنفیہ کے یہاں زوجین (میاں بیوی) میں تبرعات (کسی کے ساتھ احسان کرنے میں) عدل واجب ہے اور دوسرے علماء کے نزدیک صرف واجبات (نفقہ واجبہ وغیرہ میں) عدل واجب ہے۔ حنفیہ کے ہاں اس میں تنگی ہے۔ (احسن العزیز)

ابن بطال مالکی نے پورے وثوق سے غیر واجب کا ہے (لیکن) ابن بطال کا استدلال مخدوش ہے اور ظاہر ہے اطلاق ودلائل سے وجوب ہی (معلوم ہوتا) ہے۔ (اصلاح انقلاب)

مسئلہ نمبر ۶:

شب باشی (رات گزارنے) میں برابری کا حکم حضر میں ہے (یعنی وطن یا اقامت کی حالت میں) اور سفر میں اختیار ہے جس کو چاہے ساتھ لے جائے، لیکن شکایت کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنا افضل ہے اور حالت قیام کا حکم مثل حضر کے حکم کے ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷:

یہ شب باشی (رات گزارنے) کی برابری اس شخص کے لیے ہے جو رات میں خالی ہو اور جس کی رات ہی کی نوکری ہو جیسے چوکیدار وغیرہ تو اس کا دن رات کے حکم میں ہے (درمختار)

مسئلہ نمبر ۸:

مکان میں جو برابری واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو الگ گھر دینا چاہیے جبرا دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ اگر

دونوں رضامند ہوں تو ان کی رضامندی تک جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۹:

جس پر رات میں عدل کرنا واجب ہے ایک کی شب میں (رات کی باری میں) دوسری کو شریک کرنا درست نہیں یعنی ایک شب میں دوسری کے پاس نہ جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰:

یہ بھی درست نہیں کی ایک کے پاس مغرب کے بعد جائے پہنچ اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد بلکہ اس میں بھی برابر ہونی چاہیے (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۱:

لیکن ان نمبر ۹۸ / ۱۰ میلوں میں اگر (ایک بیوی کی) اجازت اور رضامندی ہو تو درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲:

اور جس طرح رضامندی سے تھوڑی رات دونوں کے پاس رہنا درست ہے اسی طرح اگر دونوں کی باری کا دورہ ختم کر کے ایسا کرے اور پھر جس طرح چاہے باری مقرر کرے یہ دوست ہے (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۳:

یا کسی ضرورت سے صرف ایک ہی جگہ (ایک ہی بیوی کے پاس جائے) تب بھی درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴:

اس روز جسکی باری نہ ہو اس سے دن کی صحبت درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵:

باری کی مقدار مقرر کرنا مردوں کی رائے پر ہے، لیکن وہ مقدار اتنی طویل نہ ہو کہ دوسری بیوی کو انتظار سے تکلیف ہونے لگے جیسے ایک ایک سال (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۶:

اگر بیماری کی وجہ سے ایک ہی گھر میں زیادہ رہا تو صحت کے بعد اتنے ہی روز دوسرے کے گھر رہنا چاہیے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۷:

اسی طرح اگر ایک بیوی سخت بیمار ہوگی تو اس کی ضرورت ہے اس کے گھر میں رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں (عالمگیری) اوران ایام کی بھی قضا ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸:

ایک منکوحہ کو اپنی باری دوسری کو ہبہ کرنا درست ہے، پھر چاہے واپس لے سکتی ہے (اصلاح انقلاب)

بحوالہ (اسلامی شادی)



رمضان المبارک کے ایام میں قرآن مجید کی تکمیل کا طریقہ

۳۰ دن میں ایک بار قرآن مجید مکمل کرنے کا طریقہ

الفجر: 4 صفحات–الظہر : 4 صفحات۔العصر: 4 صفحات۔المغر ب:4 صفحات۔العشاء :4 صفحات۔

۱۵ دن میں ایک بار قرآن مجید مکمل کرنے کا طریقہ

الفجر:8 صفحات۔الظہر :8 صفحات۔العصر:8 صفحات۔المغر ب:8 صفحات۔العشاء:8 صفحات

۱۲ دن میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنے کا طریقہ

الفجر:10 صفحات۔الظہر :10 صفحات۔العصر:10 صفحات۔المغر ب:10 صفحات۔العشاء:10 صفحات

۱۰ دن میں ایک بار قرآن مجید مکمل کرنے کا طریقہ

الفجر:12 صفحات۔الظہر :12 صفحات۔العصر:12 صفحات۔المغر ب:12 صفحات۔العشاء:12 صفحات

بلند عزم و ھمت والے احباب کے لیے ۶ (چھ) دن میں ایک بار قرآن مجید مکمل کرنے کا طریقہ

الفجر:20 صفحات۔الظہر :20 صفحات۔العصر:20 صفحات۔المغر ب:20 صفحات۔العشاء:20 صفحات

ہر شخص اپنے حساب سے رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں ہر فرض نماز کے بعد تلاوت کرتے ہوئے قرآن مجید کی تکمیل کر سکتا ہے۔ دعا ہے اللہ پاک ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین